قرآن مجید بطور معجزاتی چیلنج: قدیم وجدید آراء کا تقابل

The Miraculous Nature of Quran as a challenge: A comparative Study of Ancient and Modern Opinions

غلام مصطفیٰ*
احسان الرحمٰن غوری**

Abstract:
Almighty Allah created the man, endowed him with intellect and raised prophets among humanity for guidance. The scriptures were revealed by him which contained Divine commandments. Allah granted the prophets the power to show miracles to prove the truth of His message. Every prophet was endowed with miracles according to the need of hour and divine wisdom. The prophethood continued generation after generation and the prophet Muhammad (upon whom be peace and greeting) is the last in the chain of prophets. He was stengthened with countless miracles by Allah. Among these miracles, the Holy Qur`an is the greatest which is a universal and eternal miracle of the last prophet (peace be upon him).

معجزہ کا لغوی معنی:

معجزہ کا مادہ "ع ج ز" ہے، اس کا معنی ضعف و کمزوری، درماندگی، شکستگی، کوتاہمتی کے ہیں. [۱] یہ ثلاثی مجرد ہے اور اس سے باب الافعال "الاعجاز" ہے. یعنی دوسرے کو عاجز و درماندہ اور اس طرح بے بس اور عاجز کرنا کہ وہ کام اس کے بس میں ہی نہ ہو.

الازہری کہتے ہیں:

اعجاز کا معنی "الفوت و السبق" کھو جانا اور سبقت کے ہیں. کہا جاتا ہے : أعجزني فلان أي فاتني.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج فار بوائز، ماڈل ٹاؤن لاہور
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، یونیورسٹی آف پنجاب، لاہور

یعنی فلاں آدمی نے مجھے عاجز و درماندہ کر دیا یعنی اس نے مجھے کھو دیا.

لیث کہتے ہیں: ""' أعجزني فلان'' اذا عجزت عن طلبه وإدراكه''

یہ اس وقت کہتے ہیں جب تم اس کے طلب و حصول میں عاجز آ جاؤ. [۲]

اور . کہتے ہیں: ''الاعجاز'' کا معنی ہے ''الفوت'' (کھو دینا) اعشیٰ کا قول ہے:

فذاك و لم يعجز من الموت ربه ولكن أتاه الموت لا يتأبق[۳]

اور القاموس میں ہے:

''أعجزه شيئ، فاته فلانا، وجده عاجزا وصيره عاجزا والتعجيز التشبيط، والنسبة الى العجز ومعجزة النبي عليه السلام أعجز به الخصم عند التحدي، والهاء للمبالغة ''[۴]

کسی چیز نے اسے بے بس اور عاجز کر دیا اور فلاں کو اس نے عاجز پایا اور اسے عاجز کر دیا. تعجیز و تشبیط بھی دوسرے کو بے بس کرنا ہے اور نسبت عجز کی طرف ہے اور جناب نبی کریم علیہ السلام کا معجزہ وہ ہے کہ چیلنج کے وقت جس جیسا مقابل لانے سے قاصر ہو اور ''ھاء'' مبالغۃ کے لیے ہے.

معجزہ کا اصطلاحی معنیٰ:

اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے:

المعجزة أمر خارق للعادة يدعو إلى الخير والسعادة مقرون بدعوى النبوة قصد به إظهار صدق من ادعى أنه رسول الله. [۵]

''اصطلاح میں معجزہ ایک ایسا کام جو خلاف عادت ہو جو نیکی اور سعادت کی دعوت دے، دعوائے نبوت سے متصل ہو اور مقصود اس سے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کرنے والے کی صداقت کا اظہار ہے''.

یہاں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن عظیم معجزہ اس طرح ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام لوگوں میں سے کوئی بھی اس جیسا کلام لانے سے عاجز و درماندہ اور قاصر ہے. مختلف لوگوں کا اس کی وجوہ اعجاز کے بارے میں آغاز ہی سے اختلاف چلا آ رہا ہے. یہ اختلاف اس وقت منظر عام پر آیا جب معتزلہ کے ظہور کے ساتھ علم کلام وجود میں آیا. اعجاز کے مسئلہ پر کلام شروع ہوا جیسا کہ تیسری صدی ہجری میں یہ اختلاف ظاہر ہوا. اس بارے میں کتاب ''الدين والدولة فى الدفاع عن

الاسلام''، ''إثبات النبوة للرسول العربي عليه السلام'' لکھیں گئیں. ان کے مؤلف علی بن ربن الطبری ہیں[۶]. جو متوکل (۲۳۲۔ ۲۴۷ھ) کے غلام تھے. اس میں جناب رسول اللہ علیہ السلام کی نبوت پر دلائل وارد ہیں. اور اس کا ساتواں باب خاص کر اس بات پر مشتمل ہے کہ قرآن نبوت کا معجزہ ہے.[۷]

اس بارے ابو الحسن الاشعری (۳۲۴ھ) نے بھی گفتگو کی ہے. ان کی اکثر کتابیں ضائع ہو چکی ہیں. ان میں صرف ''مقالات الاسلامیین'' کے علاوہ کسی کا وجود دکھائی نہیں دیتا. مشہور متکلمین جنہوں نے قرآن کریم کے اعجاز پر بحث کی ہے ان میں محمد بن یزید الواسطی (۳۰۶ھ)، علی بن عیسیٰ المرمانی (۳۸۴ھ) ہیں ان کی تالیف '' النكت فى إعجاز القرآن'' ہے. یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے. دراصل یہ ایک سوال کا جواب ہے جس میں مؤلف کی توجہ اس بات کی طرف دلائی گئی ہے کہ طوالت سے گریز کرتے ہوئے اعجاز القرآن کے حوالے سے مختصراً تحریر کیا جائے. اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وجوہ اعجاز کی سات جہات بیان کی گئی ہیں. احمد بن محمد الخطابی ۳۸۸ھ نے اپنی کتاب اعجاز القرآن میں لکھا ہے:

یہ قرآن معجزہ ہے کہ فصیح الفاظ کے ساتھ بہترین نظم تالیف میں اپنے اندر توحید، تحلیل و تحریم کے معانی لیے ہوئے ہے..... الخ.

اور ظاہر ہے کہ ان جیسے امور کا بجالانا اور ان کے مختلفات کے درمیان جمع و تطبیق سے حسن نظم و تنسیق کا شاہکار بنانا، یہ ایسا کام ہے جو انسانی طاقت سے باہر ہے اور ابو بکر محمد الباقلانی (۴۰۳ھ) ہیں، کی کتاب ''اعجاز القرآن'' بڑی معروف و مشہور ہے.

محمد بن یحییٰ بن سراہ (۴۱۰ھ)، الشریف المرتضیٰ (۴۳۶ھ) نے بھی اس حوالے سے تحریر کیا ہے.

ان کے علاوہ اور بہت سے جنہوں نے جزوی طور پر اس موضوع پر تحریر کیا ہے. جو ہم تک پہنچ پائی ہیں درج ذیل ہیں:

۱. ابن حزم (۴۵۶ھ) الفصل فى الملل والأهواء والنحل
۲. إمام غزالى (۵۰۵ھ) الاقتصاد فى الاعتقاد
۳. قاضى عياض الأندلسى (۵۴۴ھ) الشفاء

اس موضوع پر لکھنے والوں کی ایک طویل فہرست ہے جن کی تفصیل کا یہ مختصر مرقومہ متحمل نہیں ہو سکتا. بہت سے محدثین نے ان علماء کے نام تحریر کیے ہیں جنہوں نے اعجاز القرآن کی فکر کو بیان کیا ہے.

اور اس میں انہوں نے اپنی رائے کا اظہار بھی کیا ہے.[۸] یہ قرآن عظیم کا ایسا اعجاز ہے کہ لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے ہیں. مسلسل اس کے اعجاز پر گفتگو کرتے رہتے ہیں. ان میں ایسے بھی ہیں جو کلمات کی فصاحت، اور اسلوب بلاغت میں اس کی معجز بیانی میں محو رہے ہیں. کوئی حکایات وقصص میں، کوئی اخبار میں، کوئی غیب اور مستقبل کی خبروں میں وغیرہ وغیرہ.[۹]

قرآن مجید آسمانی وعدہ کے وفا کی صورت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارتے وقت کیا تھا. یہ کامل واکمل ہدایت ہے جو ایک مخلص طالب بآسانی اخذ کر سکتا ہے. یہ اسے سعادت ابدی اور نجات دائمی سے سرفراز کر سکتی ہے اور یہی تمام بنی نوع انسان کے لیے نوید ہے. انسان کے غم وآلام کو دور کرنے اور اس کے دکھوں کا مداوا کرنے والی ہے، اور اسے ہر طرح کے خطرات سے تحفظ اور امان فراہم کرنے والی ہے. ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ"[۱۰]

"تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ کوئی غم."

انسان مسلسل ہدایت وراہنمائی کا محتاج رہا ہے جو آسمان سے وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی. اس کی عقل نمو پاتی رہی، دانش پروان چڑھتی رہی، اس کی ذہانت وفطانت مسلسل بڑھتی رہی، اور اس کی ذکاوت پختہ ہوتی رہی تاآنکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنی رحمت، بحر وبر پر اپنا فضل وکرم عام کرنے، عالم بشریت کو جہالت وگمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نور ہدایت سے آشنا کرنے کا ارادہ کیا، تو فرمایا:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"[۱۱]

"وہ ذات ہے جس نے امیین میں ان میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا. ان کا تزکیہ نفس فرماتا، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے."

اللہ تعالیٰ نے اسے انسانیت کا خلاصہ اور گزشتہ انبیاء ورسل کا انتخاب بنایا ہے. اسے کامل رسالت ونبوت سے سرفراز فرمایا ہے: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا"[۱۲]
"آپ فرمایئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں."

" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ"[۱۳] "اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت"

اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے انسانیت کو بشارت عظمیٰ سے ہمکنار کیا، اپنے احکامات کی مخالفت کرنے اور راہ راست سے انحراف کے عواقب و انجام سے ڈرایا. آپ کے متبعین اور پیروکاروں کو اپنے فضل و کرم سے نوازا اور اپنے انتہائی لطف و کرم سے انہیں اس کا سزوار ٹھہرایا:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا. وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا"[۱۴]

"اے نبی ہم نے آپ کو شاہد و مبشر، نذیر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے داعی بنا کر اور چمکتا آفتاب بنا کر بھیجا، اور ایمان والوں کو خوشخبری دیجئے کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہے."

آپ کی نبوت و رسالت کے لیے گوشہ تنہائی کو مقدر کیا اور سرمدی معجزہ سے اس کی تائید کی، تاکہ وہ ہر دور اور زمانہ کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور جب تک آثار حیات موجود اور ناطہ زیست برقرار ہے، ان کے ساتھ ساتھ رہے. طاعت شعار اہل ایمان کی راہنمائی کا فریضہ ادا کرتا رہے. اور معاندین و منکرین کو مسلسل چیلنج کرتا رہے. ان کے لیے جاذب و پرکشش ہو اور ان کے افکار میں تغیر پیدا کر دے، تاکہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اپنے خالق و مالک کی طرف لوٹ آئیں. اور فلاح و نجات کا سامان کر پائیں.

جناب سید انام علیہ السلام کا یہ سرمدی معجزہ قرآن عظیم ہے اور یہ کوئی انوکھا یا عجیب معجزہ نہیں جیسا کہ آپ علیہ السلام کی ذات انبیاء میں عجیب نہیں.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: .

" قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ"[۱۵]

میں رسولوں میں انوکھا نہیں ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہو گا. میں تو اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اور میں نہیں مگر واضح ڈر سنانے والا."

یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار ہے کہ وہ لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے رسول مبعوث فرماتا ہے اور انہیں معجزات سے نواز کر ان کی تائید کرتا ہے جو ان کی صداقت پر دال ہیں کہ انہیں خالق کائنات کی طرف سے رسول برحق مبعوث کیا گیا ہے.

یہ بات طے ہے کہ یہ دلیل خارق عادت (خلاف معمول) ہے کیونکہ دیگر تمام لوگ ایسا کرنے سے عاجز و قاصر ہیں، اسی لیے اسے معجزہ کہتے ہیں. یہاں دلیل اور چیلنج درست ہو جاتا ہے.

قرآنی نصوص سے اس بات کا استنباط ہوتا ہے کہ علماء کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء کی تاریخوں کی جستجو کی جائے کہ یہ تائید (معجزات) انبیاء کی دعوت کے لیے ہے، اس کا تعلق ان علوم و فنون سے ہے جو ان اقوام میں بام عروج پر تھے. اگر کسی رسول کے ہاتھ سے کسی ایسی امر کا ظہور ہوا جو لوگوں کے فہم و ادراک اور ان کی عقل و دانش سے ماورا تھا تو پھر یہ بات واضح ہے کہ وہ طاقت انسانی سے باہر ہے، اور دوسرے لوگ ایسے کرنے سے عاجز و قاصر رہے تو یہی ہے اعجاز. یہی خارق عادت ہے. بھڑکتی آگ کو پرامن اور سکون و سلامتی والی بنانا، یہ خارق عادت ہیں.

ڈاکٹر حفنی شرف معجزات موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں:

جب موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، وہ سحر میں مشہور تھے. اور اس میں وہ بہت آگے نکل گئے تھے. اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ آپ کو وہ معجزہ دیا جائے جو انوکھا ہو، نرالا ہو تو:

" فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ. وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءِ لِلنَّاظِرِينَ". [16] "آپ نے اپنا عصا پھینکا تو اسی وقت وہ واضح اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لیے روشن و سفید تھا"

اس کے بعد ڈاکٹر حفنی محمد شرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جب آپ کو اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تو ان کی طب و حکمت میں شہرت تھی. اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے کوڑھ زدہ، ابرص رسیدہ، افراد کو شفایاب کرے اور وہ باذن الٰہی مردوں کو زندہ کریں.

ان دو مثالوں کو بیان کرنے کے بعد وہ ان پر تعلیق لاتے ہیں:

یہ کہا جاتا ہے کہ معجزات ایسی نوع سے تعلق رکھتے ہیں جو عام ہو.

میں کہتا ہوں، کہ بیشک معجزات در حقیقت شائع و ذائع قبیل سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ اپنے اندر ایسا جذب و طاقت، کشش و فروغ اور ایسی فضیلت رکھتے ہیں کہ ان کے آگے ہمتیں جواب دے جاتی

ہیں، ارادے دم توڑ جاتے ہیں، حوصلے پست ہو جاتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا عصا ان کے جھوٹے افتراء کا قلع قمع کر رہا تھا. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکمت و طباطت تمام طرح کی حکمت پر بازی لے گئی. جب آپ نے باذن الٰہی مردوں کو زندہ کر دیا تو کسی اور کے پاس کوئی تریاق تھا نہ دوائی جو تن مردہ کے لیے جاں بخش ہوتی. (۱)

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ جناب سرور کون و مکان کے معجزات کا تعلق فقط زمینی نہیں آسمانی بھی ہے. شق القمر، آفتاب کا پلٹنا، یہ ایسی تسخیر ہے کہ جہاں تک انسانی رسائی امر محال ہے، توڑنا اور لوٹانا تو بعد کی بات ہے. واقعہ اسراء و معراج تو اس پر مستزاد. آپ کے یہ معجزات بھی اپنی نظیر آپ ہیں.

جب ان تمام چیزوں سے آگہی ہو گئی اور جناب سرور کون و مکاں علیہ السلام کے معجزات کی نفاست، قدر و قیمت، اور برتری واضح ہو گئی اور دنیائے حیرت میں ڈال دینے والے معجزات کو پہچان لیا تو پھر کیا خیال ہے؟ . . . یہ قرآن مجید ہے. آپ کی رسالت پر حجت، آپ کی دعوت کی صداقت پر دلیل اور یہ آپ کی قوم میں اپنی فصاحت و بلاغت، پراثر تعلیمات، دلکش اسلوب، الفاظ و تراکیب کے شکوہ، سحر آفریں بیان کی وجہ سے عروج پر رہی. جہاں مثالی شاعر اور کمال کے خطیب اور بڑے بڑے فصحاء و بلغاء بھی اس کے آگے دم بخود تھے.

ڈاکٹر حفنی معانی کی وسعت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

قرآن کریم، بلاغت کے تمام فنون کا جامع ہے. فصاحت و بیان کے تمام اطراف اور گوشوں کو شامل ہے، اپنے نظم میں پختہ ہے، اسلوب میں یکتا ہے، اس کے الفاظ کے جمال و رعنائی کو دیکھیں کہ وہ کس خوبصورت انداز میں اپنے معانی کے دھارے میں ڈھلے آتے ہیں. جب آپ اس کے بحر معانی میں غوطہ زن ہوں گے تو وہ گوہر ہاتھ آئے گا جس کے ذریعے اس کے معانی کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے الفاظ کے کس طرح مطیع ہیں. بار بار باریک بینی سے غور کرنے کے بعد آپ یہ دیکھ کر کر حیران ہوں گے کہ الفاظ معانی کے مطیع ہیں یا معانی الفاظ کے. تب آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ آپ ایسا کلام پڑھ رہے ہیں جو کسی بشر کا کلام نہیں بلکہ اس خالق کائنات کا کلام ہے کہ جس کی کائنات کی رنگینیوں نے انسان کو حیرت میں ڈالا ہوا ہے. جس کی ندرت و نضارت آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے. (۱۸)

جناب رسول خدا علیہ السلام کے دست اقدس سے بہت سے ایسے امور کا صدور ہوا ہے جن کی نیرنگی نے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو ایسا کرنے سے عاجز کر دیا ہے. آپ کے معجزات میں

شق القمر، انگشت ہائے مبارکہ سے پانی کے چشمے پھوٹنا، درخت کا چلنا، دودھ میں برکت، غزوہ احزاب کے دوران کھانے میں برکت وغیرہ دیگر بہت سے معجزات ہیں. یہ تمام معجزات کتب سیر و تاریخ، خصائص میں مروی ہیں لیکن یہ سارے وقتی ہیں. ان تمام کا تعلق ایک خاص موقع و محل اور وقت سے ہے اور غزوہ حنین میں کائنات والوں کو یہ منظر بھی دیکھنے کو ملا کہ ایک طرف لاکھوں کی تعداد میں، مسلح لشکر عظیم ہے، جس کی ہیبت سے لشکر اسلام پسپا ہو رہا ہے، مگر وہاں پر صرف اللہ تعالیٰ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ علیہ السلام اس کے سامنے کوہ ثبات بنے کھڑے ہیں. علامہ محمد فیومی میں کہتے ہیں:

اذ فی حنین تولی الجیش من هزما

والمصطفی لم یزل باللہ معتصما

رمی الأعادي فأعمی کل حین رمی

نبذا به بعد تسبیح ببطنهما[۱۹]

یہ ذات رسول خداعلیہ السلام کے مقدس آثار ہیں. مگر آپ علیہ السلام کا عظیم معجزہ جو اپنے اندر ابدیت کا جذب لیے ہوئے، ہر دور میں معانی و مفاہیم کا عروج ہے، ہر زمانہ اور دور سے ہم آہنگ تعلیمات کا حامل ہے، تغیرات احوال میں ترقی کی نت نئی جہتوں سے آشنا کر رہا ہے، وہ معجزہ قرآن عظیم ہے، جو وقت نزول سے آپ کی اور آپ سے پہلے رسولوں اور کتابوں کی تصدیق کر رہا ہے اور آپ کی دعوت کو ثابت کر رہا ہے، منکر و معاند کو چیلنج کر رہا ہے. چیلنج کا آغاز اس جیسا کلام لانے سے ہو رہا ہے. اگر وہ اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہیں تو اس جیسا کلام لاکر دکھائیں.

فلیأتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین[۲۰] اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام لائیں.

وہ ایسا کلام لانے سے قاصر تھے. اور ان کی کیا مجال کہ وہ ایسا کر پاتے. کیا بندے کے لیے ممکن ہے کہ درجہ ربوبیت تک رسائی پائے. یہ قرآن تو بڑی قدرتوں والی اور بہت علم والی ہستی کا کلام ہے تو پھر بندے کے لیے کہاں ممکن کہ وہ ایسا کلام لائے. جب ان میں بہت سے حقیقت کا ادراک نہ کر سکے اور مسلسل اپنی گمراہی میں سرگرداں رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ناقص فہمی اور فساد عقلی پر تنبیہ فرمائی اور اس حقیقت کی طرف ان کے ذہنوں کو متوجہ کرکے فرمایا:

"أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُواْ مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ"[۲۱]

"یا کہتے ہیں: گڑھ لیا ہے اسے، فرمایئے: اس جیسی گڑھی ہوئی دس سورتیں لے آؤ
اور اللہ کے علاوہ جس کو چاہو بلالو اگر تم سچے ہو۔"

اس کے نزول میں ان کے لیے بڑی وسعت اور رعایت ہے۔ اس کے باوجود ہر چیز سے ان کا عجز اور درماندگی کوتاہ ہمتی ظاہر ہو رہی ہے۔ اس کے نتیجہ میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ قرآن ایک بلند و برتر ہستی کا کلام ہے۔ انہیں اس قدر رعایت اور وسعت دی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود ان میں یہ ملکہ و اہلیت نہیں کہ وہ اس قرآن جیسا کلام لانے میں ان کا معین و یاور ہو سکے۔ جب ان کا عجز واضح ہو گیا تو انہیں ہر طرح کی چھوٹ دے دی گئی اور ان سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ اس جیسی ایک ہی سورت لے آئیں اور حدیث میں آتا ہے کہ یہ چیلنج ان سے کسی بڑی سورت لانے کے لیے نہ تھا بلکہ ایک چھوٹی سورت لانے کے لیے تھا جیسا کہ ان کے سامنے سورہ کوثر کو بطور چیلنج لایا گیا جو صرف تین آیات پر مشتمل تھی۔ ان میں معاندین و مخالفین کے لئے سخت وارننگ اور تحذیر ہے۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کو مژدہ دیا گیا ہے اور قلب اطہر کی تسکین و تثبیت کا سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاءكُم مِّن دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ. فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ"(۲۲)

"اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی
ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمائتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔"

ڈاکٹر حفنی محمد شرف رقمطراز ہیں:

جب ایک چھوٹی اور انتہائی مختصر سورت لانے سے وہ عاجز آ گئے تو اس سے دلیل ہی کا سد باب ہو گیا، ان کو منہ توڑ جواب دیدیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "مثلہ" میں ضمیر کا مرجع منزل ہے نہ کہ منزل علیہ۔ کہ چیلنج میں کسی طرح کوئی تنگ دامانی نہ ہو، پوری وسعت اور چھوٹ دے دی گئی۔ پہلے سارے قرآن کے مقابلہ میں صرف دس سورتیں لانے کا تقاضا تھا، پھر دس سے ایک سورت۔ اس میں مکمل طور پر توسیع ہے۔ وہ اس کے مقابل نہ لاسکے۔ اگر کوئی چیز اس کے مقابل لائی جاتی تو یہ پردۂ خفا میں نہ رہتی بلکہ عام ہوتی اور اس سے کسی صورت بھی صرف نظر نہ کیا جاتا۔ مسلسل نقل کی جاتی، کیونکہ نقل کے اسباب ناپید نہ تھے بلکہ بہت تھے، باقی قطعیات کی طرح اس کا علم بھی قطعی حیثیت رکھتا، اس میں ذرا بھر بھی جرح و قدح کا احتمال و شائبہ نہ رہتا کہ انھوں نے تو مقابلہ و معارضہ کیا لیکن لاپرواہی اور عدم التفات اور

ضروری امور میں مصروفیات جیسے موانع کی وجہ یہ منتقل نہ ہو سکا. میں وہی بات کہہ رہا ہوں جو علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد میں کہی کہ ''رسول اللہ علیہ السلام نے قرآن کریم کے ساتھ چیلنج دیا اور عرب کے فصحاء وبلغا وغیرہ کو دعوت دی کہ وہ اس جیسی کوئی ایک سورت لائیں. حالانکہ فصحاء کی تعداد بھی کوئی کم نہ تھی. ایک سے ایک بڑھ کر موجود تھا. ان کی شہرت آسمانوں سے باتیں کر رہی تھی، جاہلی حمیت وغیرت اس پر مستزاد. وہ اس جیسی مثال لانے سے عاجز آ گئے یہاں تک کہ انہوں نے مقابلہ پر مقارعہ (مخالفت) کو ترجیح دی اور مدافعت کی خاطر اپنی جانیں لڑا دیں. اگر وہ مقابلہ پر کوئی چیز لا سکتے تو ضرور لاتے اور اگر وہ سامنا کرتے اور کوئی چیز لاتے تو ضرور وہ ہم تک نقل ہو کر پہنچ جاتی. کیونکہ نقل کے ذرائع کی بھی کمی نہ تھی. [۲۳]

جناب رسول اللہ علیہ السلام کا معجزہ قرآن کریم ہے. وہ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاتا ہے، اپنے پیروکاروں کو کامیابی وکامرانی کی نوید دیتا ہے، ان کی اصلاح ودرستی، نجات اور سعادت اور فیروز بختی کا ضامن ہے، اپنے معاند و مخالف کو برے انجام سے ڈراتا ہے، وہ انسانی ہدایت کا خواہاں ہے، ان کی فوز وفلاح اور نجات اس کے اہداف واغراض ہیں، اس لیے کہ یہ علوم اولین وآخرین کا حامل وجامع ہے.

استاذ مصطفیٰ صادق الرافعی کہتے ہیں:

ہمارے بعض علماء نے قرآن کریم سے ایسی چیزوں کا استخراج کیا ہے جو اختراع وایجاد کے وقوع پذیر ہونے اور علوم طبعی کے بعض غوامض کے ثبوت وتحقق کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور انہوں نے اسے پورے شرح وبسط سے بیان کیا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان جدید علوم کا متحقق اگر قرآن کریم کا بنظر عمیق مطالعہ کرکے اس میں تدبر اور غور وفکر کرے جب فہم وادراک میں کوئی چیز سد راہ نہ ہو اور کوئی اور رکاوٹ اس میں حائل نہ ہو تو پھر اس سے بہت سے ایسے اشارات نکلیں گے جو حقائق علوم سے آشنا کریں گے. اگرچہ ان کا پہلے کوئی نام اور ذکر نہ بھی ہو. ہاں البتہ یہ مختلف علوم قرآن کریم کی بعض آیات کے معانی اور مفاہیم کی تفسیر سمجھنے اور اس کے حقائق سے نقاب کشائی میں ضرور معاون ہوں گے. اور اس میں غواصی کرنے والے کے لیے اس میں بڑی وسعت اور کشادگی ہے، اس سے ایک طرف تو اس کے لیے درست روی یقینی ہو گی اور دوسری جانب اس کی رائے مضبوط ہو گی یہی چیز ذہن کو شاداب اور زرخیز بناتی ہے اور اسے اس میں سے لینے کے لیے ایک بہترین کفگیر میسر آ جائے گا جس کے ذریعے وہ دلیل اور برہان نکال لائے گا اگرچہ وہ تحت الثری میں ہی کیوں نہ ہو، اور اس پر حجت نازل ہو گی اگرچہ وہ آسمان پر ہی کیوں نہ ہو. [۲۴]

اور اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں کہ یہ علوم تحقیق اور صحیح آثار کے انسانی نفوس کے ساتھ متصل ہو جانے کے بعد انہیں ایک غایت و مقصد سے ہمکنار کر دیتے ہیں اور یہ اسلام کی صداقت کا واضح ثبوت ہے۔ یہ ایسی واضح حقیقت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ یہی انسانیت کا دین فطرت ہے اور روئے زمین پر عقل انسانی آخری نبی ہو گی، کیونکہ جو قرآن لے کر آئے ہیں وہ لوگوں میں تمام انبیاء کے بعد آئے ہیں۔ وہ ان کے پاس دین کامل لے کر جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت پر لبیک نہیں کہتا وہ زمین پر معجز نہیں ہے۔

قرآن کریم نے ان علوم کی بنیاد اور تحقیق و غایت کی طرف اشارہ کیا ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ"[۲۵]

"ہم جلد انہیں آفاق میں اور ان کی اپنی ذات میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ حق ان کے سامنے آشکارا ہو جائے۔ کیا آپ کا رب ہر چیز پر گواہ کافی نہیں۔"

اگر تمام اقسام کے انسانی علوم جمع کر لیے جائیں پھر بھی وہ (فی الآفاق و فی أنفسهم) میں پنہاں معانی تک رسائی حاصل نہ کر پائیں گے۔ یہ آفاق ہیں، اور وہاں اور بھی آفاق ہیں۔ اگر ظاہر اعجاز کی یہ تعبیر بدیہی نہیں تو پھر افہام میں کوئی چیز بھی درست نہیں۔

یہ تو اس کتاب کے دلائل اعجاز ہیں کہ انسان اپنے کمزور علمی وسائل کی وجہ سے یا آسمانوں پر کمندیں ڈالنے اور زمین کا احاطہ نہ کرنے کی وجہ سے مختلف ادوار میں اس کی تفسیر میں غلطی کرے۔ جب بھی فکر و نظر کی جولانیاں پرواں چڑھتی ہیں، علوم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے، تو ان کی وجہ سے نئی راہیں کھلتی ہیں، نئی چیزیں دریافت ہوتی ہیں، حقائق آشکارا ہوتے ہیں۔ جب تحقیق و تفحص کے تمام ذرائع پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتے ہیں تو فطرتی حقائق کی نقاب کشائی ہوتی ہے۔ گویا یہ ایسا مقصد تھا جس کی جانب عقل انسانی مسلسل سفر کرتی رہی ہے۔ یہاں تک کہ گویا یہ علمی ذرائع جب زمین و آسمان کی نشانیوں کی طرف دعوت فکر دیتے ہیں تو یہ قرآن عظیم کی آیات میں بھی غور و فکر کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

(وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ)[۲۶]، [۲۷] اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔

(یہی وہ قرآن عظیم ہے۔ جناب خاتم الانبیاء علیہ السلام کا معجزہ ہے جس سے قصر نبوت اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تکمیل ہوتی ہے، بندوں پر اس کی نعمت تمام ہوتی ہے اور لوگوں پر اس کی رحمت عام ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ضروری تھا کہ آپ علیہ السلام کو ایسے معجزے سے نواز جاتا جو ان معجزات سے یکسر مختلف ہو جو دیگر انبیاء کو عطافرمائے گئے۔ شیخ محمد عبدہ کہتے ہیں:

وكان السائد في الديانات السابقة أن تكون الآيات الدالة على صدق الأنبياء حسية لأنها كانت لا تخاطب العقول، لأن العقول لم تبلغ بعد درجة النضج و الرشاد، وانما كانت تعتمد على خوارق العادات من المعجزات المادية الملموسة لأن الطفل لايؤمن الا بما تدركه حواسه تمام الادراک، فالنار تتحول الى برد و سلام، العصا تنقلب ثعبانا، والجبل يرتفع فوق الرؤوس ثم يعود إلى مكانه، والبحر ينفلق الى شقين، كل شق منها كالطود العظيم، والصخرة تنشق فتخرج منها ناقة ثمود، وعيسى يبرئ الأكمه والأبرص والأعمى ويحي الموتى باذن الله، وهكذا كانت تتوالى المعجزات الحسية المادية لتأييد الرسالات بدلا من أن تتوالى الأدلة العقلية و البراهين المنطقة، والشواهد العلمية لأن الله ادخرها الى أن يبلغ العقل البشري النضج والتمام، فتهبط عليه رسالة الاسلام، وقد جرت على يد محمد عليه السلام وعلى آله، بعض المعجزات المادية يعتبر بها من تخلف عقله عن ادراک المعنويات، ولكن معجزة آخر الأنبياء عليهم جميعا أفضل الصلاة والسلام ، كانت معجزة عقلية خالدة، ليست محدودة بزمان ولا مكان، وليست مقصورة على من يشاهدون المعجزات المادية وحدهم، في فترة محدودة، وهم قلة محدودة، وهم غير حجة على من لم يشاهد أمثال هذه المعجزات.

أما معجزة الاسلام المعنوية الخالدة التي يعرضها الله تعالى على جميع العقول في جميع العصور هي ''القرآن الكريم ''وهو كمعجزة قائمة على النظر العقلي، والتدبر الفكري والاستدلال العلمي، مهما اختلفت الصور وتعددت الغايات.''[۲۸]

''سابقہ ادیان میں یہ طریقہ رائج رہا ہے کہ وہ معجزات جو انبیاء کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں وہ حسی تھے۔ اس لیے کہ ان کے مخاطب عقول نہ تھیں، کیونکہ عقول تو پختہ تھیں نہ راہنمائی حاصل کرنے کے درجے پر پہنچی تھیں، وہ مادی معجزات میں خوارق عادات پر اعتماد کرتی تھیں۔ کیونکہ بچہ اس وقت تک ایمان نہیں لاتا جب تک اس کے حواس مکمل طور پر کسی چیز کا ادراک نہ کرلیں۔ آگ کا ٹھنڈک

وسلامتی میں بدلنا، عصا کا اژدہا بننا، پہاڑ کا سروں پر بلند ہونا اور پھر اپنی جگہ پلٹ آنا، سمندر کا دو حصوں میں پھٹ جانا اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہونا، چٹان کا پھٹنا اور اس سے ثمود کی اونٹنی کا نمودار ہونا، حضرت عیسیٰ کا کوڑھے، برص زدہ اور اندھے کو درست کرنا اور اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کرنا، اسی طرح سابقہ رسالتوں کی تائید میں عقلی دلائل، منطقی براہین، علمی شواہد کے تسلسل کے بجائے حسی معجزات کا ایک تسلسل تھا. کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جمع رکھا کہ عقل انسانی پختہ اور مکمل ہو جائے، پھر اس پر رسالت اسلام کی عمارت قائم کر دی جائے.

جناب رسول اللہ علیہ السلام کے دست اقدس پر بعض مادی معجزات کا ظہور بھی ہو تا کہ جس کی عقل معنویات کے ادراک سے قاصر ہے، وہ اس سے سامان عبرت کرلے. لیکن خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ (قرآن) عقلی سرمدی معجزہ ہے، یہ کسی زمان و مکان کی قید میں مقید نہیں، نہ یہ حسی اور مادی معجزات کا مشاہدہ کرنے والوں تک محدود عرصہ تک محدود ہے اور وہ بہت کم لوگ ہیں اور جس نے اس طرح کے معجزات نہ دیکھے ہوں ان کے لیے یہ لوگ کوئی دلیل اور حجت بھی نہیں ہیں.

جہاں تک اسلام کے دائمی و سرمدی معنوی معجزے کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام زمانوں میں تمام عقول کے سامنے رکھا ہے، وہ "قرآن کریم" ہے. اور یہ معجزہ، نظر عقلی، تدبر فکری، اور استدلال علمی پر قائم ہے. خواہ اس کی صورتیں اور مقاصد کتنے ہی مختلف اور متعدد ہوں.

قرآن کریم، جناب امام الانبیاء، ختم المرسلین علیہ السلام کا معجزہ ہے، آپ کی رسالت اس پر قائم ہے اور یہ ابدی و سرمدی ہے، جب تک نظام دنیا قائم و باقی اور یہ ہستی آباد ہے یہ بھی باقی ہے. اس لیے اس رسالت کے لیے ایسے معجزہ کی ضرورت تھی جو ہمیشہ اور باقی رہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے. انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون[۲۹]

قرآن مجید کے لطائف و اعجاز کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو انتہائی حیرت و استعجاب میں ڈال دیا ہے. زمانہ نزول سے لے کر آج تک لوگ اس کی اثر آفرینی سے محو حیرت ہیں، اس کے جمال و رعنائی اور عمدگی و دلآویزی پر انگشت بدنداں ہیں. ایک مومن، اس کا دل و جان سے چاہنے والا ہے، اور مخالف و معاند اس کی اثر آفرینی سے مسحور ہے. آغاز نزول سے آج تک ہر دور میں لوگ اس کی سحر آفرینی میں یکسر محو چلے آ رہے ہیں. وہ اس کے آگے تصویر حیرت بنے کھڑے ہیں، جو اس کے اعجاز کے معترف ہیں وہ اسے خاتم النبیین جناب محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ گردانتے ہیں. جیسے ہی وہ کسی بات اور رائے پر متفق ہوتے ہیں وہ قرآن عظیم کی توصیف کرنے لگ جاتے ہیں. غالباً یہی اس

کا اعجاز ہے، ہر شخص مختلف زاویوں سے اس کے اعجاز سے لطف اندوز ہو رہا ہے. ہر کوئی اس میں ایسی چیز محسوس کرتا ہے جو انسانی طاقت سے برتر ہے. یا خلاف عادت ہے، کوئی تو اس کے الفاظ میں اعجاز دیکھ رہا ہے، کوئی اسلوب میں، کوئی بلاغت میں، کوئی اس کے قصوں اور حکایات میں، اور علماء زمانہ ماضی اور مستقبل میں اس کے علوم اور اخبار میں اعجاز دیکھ رہے ہیں. اعیان ظاہری یا احساسات قلبی جن کو صرف رب ذوالجلال کی ذات ہی جانتی ہے، میں اعجاز دیکھتا ہے. ایک نکتہ داں، اس کے عجائبات نکات پر مجسمہ حیرت بنا ہوا ہے، ایک فقیہ اس کی فقہی موشگافیوں پہ سر دھنتا ہوا نظر آتا ہے. ایک ادیب اس کے اسلوب اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر رہا ہے. ایک فلسفی اور منطقی اس کی کلامیت پر دم بخود ہے، ایک سائنسدان اس کی پہلے سے بیان کردہ تعلیمات پر سر پکڑے بیٹھا ہے. غرض شعبہ ہائے زیست کے تمام نواحی و جوانب کے لیے وہ کامل و اکمل تعلیمات کا سامان ہے کہ ہر کوئی اس کے اعجاز سرمدیت کے آگے سر تسلیم کر رہا ہے.

حقیقت یہ ہے کہ قرآن عظیم نے آج تک جن لا تعداد حقائق و مسائل اور انکشافات و ایجادات کی راہ دکھائی ہے، وہی اس کے معجز ہونے پر دال ہے. ابھی بہت کچھ پردۂ خفاء میں ہے، جب ان کی حقیقت انسان کے سامنے جلوہ گر ہو گی تو اس کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا. روز افزوں ناقابل یقین حقیقتیں سامنے آ رہی ہیں، جن کو اپنے سامنے دیکھ کر تو انکار کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی. علماء محققین و مجتہدین کا تحقیق و مطالعہ جس قدر بڑھتا چلا جائے گا، اس قدر نئے علوم و فنون اور ایجادات کی جلوہ گری ہو گی اور جیسے جیسے کائنات کے اسرار سے پردہ سرکتا جائے گا، نت نئی حیران کن چیزیں وجود میں آئیں گی تو انسان یہ کہنے پر مجبور ہو گا کہ جن چیزوں کو قرآن عظیم نے صدیوں پہلے بیان کر دیا وہ آج حقیقت کا روپ دھار کر سامنے آ چکی ہیں. زمانے کے تسلسل نے انہیں نئے انداز عطا کر دیئے ہیں. حالانکہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ عیاں ہے کہ قرآن مجید کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے. یہ روئے زمین پر بسنے والوں کے لیے پیغام الٰہی ہے، تاکہ وہ اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی دنیوی زندگی کو اچھے انداز سے سے گزار کر سعادتمندی سے بہرہ اندوز ہو کر اخروی زندگی کے لیے اپنی نجات و فلاح کا سامان کر سکیں، کیونکہ دارین میں ترقی اور کامیابی و سرفرازی اس کے احکامات کی بجاآوری اور منہیات کو ترک کرنے میں ہی مضمر ہے.

جب قرآن عظیم رسول خدا علیہ السلام کا عظیم ترین معجزہ ہے تو اس کا سب سے بڑا اعجاز ان عربی امتوں میں سے ایک نئی امت کی تخلیق ہے جو اس وقت انسانی معاشرے سے ہٹ کر زندگی گزار رہی تھی، جن کا کسی گروہ اور جماعت میں شمار نہ تھا. لیکن جب وہ قرآنی نصوص سے آشنا ہوئے تو اس کے معانی کے

بحر ذخار سے ایسے ایسے مفہوم کے جواہرات ڈھونڈ ڈھونڈ نکال لائے جن کی چکا چوند سے زمانے کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں. قرآن کریم نے ان کی راہنمائی اور دستگیری کی اور اسے اوج کمال تک پہنچا دیا. اس میں روح تازہ پھونکی، اسے وہ عزت، شان و شوکت، وجاہت و شہامت، عظمت و وقار، رعب و دبدبہ عطا کیا کہ تاریخ انسانی میں اس نے اسی شان و عظمت سے زندگی گزاری. پھر اس امت میں ایسے علماء پیدا ہوئے جن کے علمی کمالات کی رسائی نے آسمانوں پر کمندیں ڈالیں، ہر شعبہ ہائے زندگی میں قائدین اور مردان آہن پیدا ہوئے جن کی سطوت کے آگے کشیدہ اور تنی گردنیں بھی خم ہو گئیں، جن کی شوکت قیادت کے پھریرے چار دانگ عالم میں لہرائے اور یہ اعلان وَأَنتُمُ الأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ [۳۰] اس کے لیے مہمیز کا کام دے رہا تھا.

یہ سب قرآن کریم کی بدولت ہے، اس نے لوگوں کے ذہنوں پر قبضہ کیا، ان کی عقلوں کو اسیر کیا، ان کو نفوس کو اپنے سحر میں لیا. انہیں سیادت کلی اور قیادت عالمی کا اعزاز حاصل ہوا، اسی قرآن کے اجالے میں وہ جادۂ حیات کے مرحلے طے کرتے رہے، انہوں نے اسے دستور حیات بنا لیا، اپنے افکار کا پیشوا، اپنا ہادی و راہنما بنا لیا اور یہ قرآن حکیم کا سب سے بڑا اعجاز ہے.

قرآن کریم جب کسی موضوع کو لیتا ہے یا کسی حکم اور مسئلہ کی تشریح و توضیح کرتا ہے تو وہ اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد کوئی گنجائش باقی رہتی ہے نہ کوئی فصاحت اس سے برتر ہوتی ہے. اگر کوئی قصہ و حکایت کا بیان ہے تو اس کو اسی اسلوب اور انداز میں بیان کیا ہے جو اس کا مقتضی ہے. اس میں حقیقت کا نور جھلکتا ہے. اگر موضوع احکامات میں کوئی حکم ہے تو الفاظ کا شکوہ، اسلوب کا جمال، بیان کا حسن اور کلام کی چاشنی اور سحر آفرینی بھی جولانیوں پر ہے. یہ قرآن کریم ہی ہے کہ اپنے قصص کی وسعت اور اخبار میں حکمت و عبرت سے متعلق سچائی اور حقیقت کو نظر انداز نہیں کرتا. اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، جب وہ اس بارے میں بیان فرماتا ہے:

"تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ" [۳۱]

"اس کی ہیبت سے ان لوگوں کے جسم لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے جسم اور دل ذکر الٰہی کے لیے نرم پڑ جاتے ہیں."

اور صاحب معجزہ جناب رسول خدا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"عن علی ابن أبي طالب قال: سمعت رسول الله علیه السلام یقول: أتانی جبریل علیه السلام فقال: یا محمد! ان أمتک مختلفة بعدك.

قال: فقلت له: فأین المخرج یا جبریل؟ قال: کتاب الله تعالیٰ، به یقصم الله کل جبار، من اعتصم به نجا، ومن ترکه هلك، قول فصل، ولیس بالهزل، لا تختلفه الألسن، ولا تفني أعاجیبه، فیه نبأ ما کان قبلکم، وفصل ما بینکم، وخبر ما هو کائن بعدکم." (۳۲)

اور مزید دیکھئے جناب رسول اللہ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابن مسعود عن النبی علیه السلام قال: ان هذا القرآن مأدبة الله فأقبلوا مأدبة ما استطعتم، ان هذا القرآن حبل الله و النور المبین، والشفاء النافع، عصمة لمن تمسک، ونجاة لمن تبعه، لا یزیغ فیستعتب، ولایعوج فیقوم، ولا تنقضي عجائبه ولا یخلق من کثرة الرد. (۳۳)

استاذ حسن ضیاء الدین لمتر کہتے ہیں:

سب سے بڑی اور جلیل تر جو چیز ہے وہ قرآن کریم کی خوبیاں ہیں، اور ان سب کی اصل اور چابی رسالت الٰہیہ، اور اس کا معجزہ ہے. وہ دعوت ہے اور اس کے عمدہ دلائل. اس میں ذرا بھی مضائقہ نہیں کہ اس میں دلیل و مدلول اس طرح جڑے ہوئے ہیں جس طرح روح جسم کے ساتھ. بلکہ اس کا ملاپ اور جڑاؤ اس سے بھی مضبوط. قرآن کریم بذات خود رب ذوالجلال کی نازل کردہ وحی ہے، یہ ایسا خارق ہے جو تمام مخلوق کو عاجز درماندہ کر رہا ہے، جو اپنے مصدر کی الوہیت کو بتا رہا ہے. زمانے کے تیور بدلنے اور گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی صداقت آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہے، اور آنے والی نسلوں کے لیے ایسے منہ توڑ دلائل قائم کرتا ہے کہ روشن ضمیر، اعلیٰ ذوق اور غلط روی سے محفوظ فطرتیں اس پر ایمان لانے اور اس کے مبلغ جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نبوت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ پائیں گی. (۳۴)

اور مزید کہتے ہیں: اور آپ دیکھیں گے کہ اپنی قدیم و جدید تاریخ میں، امت اسلامیہ نے اللہ تعالیٰ کی اس مقدس کتاب کا جس قدر علم حاصل کیا اسی قدر ترقی اور عروج کے مقامات مسلسل حاصل کرتی رہی اور اس کی تعلیم سے اعراض اور ترک کرنے میں انحطاط اور تنزل وزوال کا شکار ہوتی رہی. ملت کی سرفرازی اس کو اپنانے میں ہے اب اس تناظر میں ہمارے اوپر اور ساری امت مسلمہ پر یہ بہت بھاری ذمہ

داری ہے جس میں کسی طرح کا کوئی عذر بھی قابل قبول نہیں، کہ پوری ملت اسلامیہ اس کی روشن تعلیمات کو حرز جاں بنا کر اس پر عمل پیرا ہو. اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ذمہ داری یاد بھی دلائی ہے.[۳۵]

اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے:

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ، وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ[۳۶]

''پس مضبوطی سے تھامے رہو جو وحی تمہاری طرف کی گئی بیشک تم سیدھی راہ پر ہو، اور بیشک وہ شرف ہے تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا.''

قرآن کریم کے اعجاز کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ''[۳۷] اگر تمہیں (اس کے کلام الٰہی ہونے کے بارے میں) شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ خاص پر اتارا ہے تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ.

اور اس چیلنج کا سامنا نہ کرنے کی صورت میں، ان سے کسی تاوان کا یا معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا گیا بلکہ ان کی رہبری کی بات کی گئی ہے اور عدم یقین وایمان کی صورت میں انجام سے آگاہ کر دیا گیا ہے.

'' فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَن تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ''[۳۸]

''اگر تم نہ لا سکے اور تم ہرگز نہ لا سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو انکار کرنے والے کے لیے تیار کی گئی ہے.''

حواشی وحوالہ جات:

۱. ابن فارس، احمد، ابوالحسین القزوینی: معجم مقاييس اللغة ج ا، ص ۲۳۲، مطبعہ الاعلام الاسلامی، طہران، ۱۴۰۴ھ

۲. الازہری، محمد بن احمد الہروی: تہذیب اللغۃ: ج ا، ص ۳۴۰، وابن منظور، محمد بن مکرم، جمال الدین: لسان العرب (ع ج ز) ج ۵، ص ۳۶۹. ۳۷۰

۳. ديوان الاعشیٰ: والبيت فى لسان العرب (عجز. أبق)

۴. الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب، ابوطاہر، مجدالدین القاموس المحیط: (ع ج ز) ج ۲، ص ۱۸۸

۵. المناوی، عبد الرووف، التعاریف، طبعه اول ۱۴۱۰ھ، دار الفکر، بیروت، ت: د. محمد رمضان الدایہ، ج ا ص ۶۶۵

۶. علی بن ربن الطبری: یگانہ روزگار طبیب تھے. ۱۹۲ھ میں مرو میں پیدا ہوئے، عیسائی خاندان سے تعلق تھا. ان کے والد فلسفہ اور طب کے عالم تھے. والد نے انہیں بھی طب و فلسفہ، اور عربی کی تعلیم دلوائی. طبرستان میں حالات خراب ہونے اور فتنہ و فساد کی وجہ سے ''رے'' آئے، محمد بن زکریا الرازی نے ان سے طب کی تعلیم حاصل کی، پھر یہاں سے ''سامرا'' آئے. معتصم کے عہد میں دیوان الانشاء کے سربراہ مقرر ہوئے. ۲۴۰ھ میں متوکل کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا. ۸۶۱ء/ ۲۴۷ھ میں وفات پائی. (دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی ۱۴/ ۲، ص ۸۷. ۸۸

۷. الحمصی نعیم: فکرۃ اعجاز القرآن، ص ۴۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

۸. تفصیلات کے لئے دیکھئے: اعجاز القرآن از عبد الکریم الخطیب، فکرۃ اعجاز القرآن از نعیم الحمصی، اور الاعجاز البیانی للقرآن الکریم از ڈاکٹر عائشہ عبد الرحمٰن بنت الشاطی، طبعہ دار المعارف، مصر.

۹. امام جلال الدین سیوطی نے اس حوالے سے اپنی کتاب ''معترک الاقران فی اعجاز القرآن'' (ت: علی محمد البجاوی، مطبوعہ دار الفکر العربی، مصر) میں بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے.

۱۰. البقرۃ: ۳۸

۱۱. الجمعۃ: ۲

۱۲. الاعراف: ۱۵۸

۱۳. الانبیاء: ۱۰۷

۱۴. الاحزاب: ۴۵. ۴۶

۱۵. الاحقاف: ۹

۱۶. الشعراء: ۳۲. ۳۳

۱۷. حفنی محمد شرف، ڈاکٹر، اعجاز القرآن البیانی بین النظریۃ والتطبیق، ص ۴

۱۸. ایضاً

۱۹. الفیومی: الشیخ محمد، شمس الدین، الکواکب الدریہ، تخمیس علی البردۃ البوصیریۃ فی مدح خیر البریہ، ص ۱۴، مکتبہ القاھرہ، میدان الازہر، مصر

۲۰. الطور: ۳۴ (ترجمہ) اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام لائیں.

۲۱. ہود: ۱۳

۲۲. البقرۃ: ۲۳. ۲۴

۲۳. حفنی محمد شرف، ڈاکٹر، اعجاز القرآن البیانی بین النظریۃ والتطبیق، ص ۸، ۷

۲۴. مصطفیٰ صادق الرافعی، اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ، ص ۱۲۸، ۱۲۷، دار الکتاب العربی، بیروت

۲۵. فصلت: ۵۳

۲۶. یوسف: ۲۱

۲۷. الرافعی، مصطفیٰ صادق، اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ، ص ۱۲۸، ۱۲۷

۲۸. من محاضرۃ إلقاھا الشیخ محمد عبدہ، ضمن المحاضرات العامۃ للموسم الثقافی الثانی. الدورۃ الأولی. ص ۸۰، مطبعۃ الأزھر

۲۹. الحجر: ۹

۳۰. آل عمران: ۱۳۹

۳۱. الزمر: ۲۳

۳۲. دیکھئے الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، احمد بن الرحمٰن البناء، ج ۱۸، ص ۲. ۳، دار الحدیث، القاھرۃ

۳۳. دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن ابو محمد، السنن، حدیث نمبر ۲، ۳۳۱۵, ۵۲۳ دار الکتاب العربی، بیروت، طبع اول ۱۴۰۷ھ

۳۴. لمتر، ضیاء الدین، الاستاذ، المعجزۃ الخالدۃ، ص ۹. ۱۰، دار ابن حزم، بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۹ھ, ۱۹۸۹م

۳۵. ایضاً: ص ۳۹۱

۳۶. الزخرف: ۴۳. ۴۴

۳۷. البقرۃ: ۲۳

۳۸. البقرۃ: ۲۴